

عصر حاضر میں قرآنی خدمات کی ایک جھلک

عصر حاضر میں قرآن مجید کے تعلق سے تحریر و تقریر کی دنیا میں خاصا کام ہو رہا ہے۔ مفسروں، دانشوروں اور مصنفوں کی قرآن کی جناب میں مراجعت ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کی روایات معاشرت کو بھی قرآن مجید کی روشنی میں دیکھنے اور اسے صحیح سمت میں لانے کی کوششیں ہو رہی ہیں تمام شعبہ ہائے حیات کو مشرف بہ قرآن کرنے کی کوششوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اور قرآن مجید کی روشنی میں اسلامی لٹریچر کثرت سے شائع کرنے کا رجحان بھی پیدا ہو رہا ہے۔

اسی مناسبت سے ذیل میں خالصتاً قرآن مجید کے تراجم و تقابیر کے حوالے سے کچھ عمدہ اور بہت افزا گزارشات پیش خدمت ہیں۔ چند ماہ قبل پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری (پانی و سر پرست علی اوارہ منہاج القرآن) کا ترجمہ قرآن بنام عرفان القرآن موصول ہوا۔ اس ترجمہ کو متعدد روایتی اور غیر روایتی خوابیوں کا حامل پایا۔ چند نمایاں خصوصیات یہ ہیں۔ بعض مقامات پر آیات کریمہ کے دو دو تین تین اور چار چار ترجمے کیے گئے ہیں۔ اس سے الفاظ قرآنی کی دہستوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور مترجم کے علم کا بھی گویا جس مترجم کا جتنا علم ہے وہ اتنا ہی آشکار ہے۔ بعض متقدمین کے ہاں بھی اس طرح کے تقاریر موجود ہیں۔ گو تعداد میں بہت کم ہی کسی پر موجود ہیں۔ بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں مترجم کو مقام متفرد حاصل ہوا ہے۔ قبل ازیں اس طرح کے تراجم بھی بہت کم ہوئے ہیں۔ اس سے مترجم کے مقام حقیقی کا پتہ چلتا ہے۔ عرفان القرآن میں عصر حاضر کی بعض اصطلاحات بھی استعمال کی گئی ہیں۔ جسے عہد رواں کا قاری نہ صرف بہ آسانی سمجھ سکتا ہے بلکہ ان اصطلاحات کی مدد سے مفہوم قرآنی کو بہولت باور بھی کر سکتا ہے۔ ترجمہ میں کہیں کہیں تفسیر و تشریح کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ ہاں طور پر ایک عمدہ وضاحتی ترجمہ بن گیا ہے جو افادہ عام کے لئے یقیناً مفید اور بہولت ہے۔ ترجمہ نگار، جس مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں اس لئے موصوف نے بعض مقامات پر مسلک اہلسنت (بریلویہ) کا بھی خیال رکھا ہے۔ عرفان القرآن میں بعض الفاظ قرآن کی بہت عمدہ وضاحت کی گئی ہے۔ عشق رسالت ﷺ کی آئینہ داری بھی اس ترجمہ کا نمایاں وصف ہے۔

قرآن کے آخری پاروں میں بالخصوص پارہ نم میں سائنسی نظریات و حقائق کو بھی ترجمے میں سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی خوبیاں ہیں۔ جسے ہر قاری اپنے ذوق اور علم کے مطابق فائدہ کر سکتا ہے۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود ترجمہ بہر حال ترجمہ ہے۔ اور کوئی ترجمہ حرف آخر نہیں ہو سکتا۔ بعض مقامات پر مترجم سے قاری کو (بشرطیکہ وہ عالم بھی ہو) اختلاف ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بات بلا تامل کہی جا سکتی ہے کہ بحیثیت مجموعی یہ بہت عمدہ ترجمہ ہے۔ پروفیسر صاحب یقیناً اس ترجمہ کی بنیاد پر علمی دنیا میں ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

جلد ۱: العلوم اسلامیہ علامہ علی صفحہ پوری ٹاؤن (کراچی) کے ایک عظیم المرتبت استاد محمد انور بدخشانی کا فارسی ترجمہ پچھلے دنوں نظر لواز ہوا۔ یہ ترجمہ فارسی میں ہونے کی وجہ سے پاکستانی عوام میں توجہ ایرانی سے محروم رہے گا۔ تاہم فارسی دانوں میں مقبول اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔ فارسی جاننے والے بشرطیکہ قرآنی فہم سے مالا مال ہوں تو وہ اس ترجمے کو نہ صرف سمجھ سکیں گے بلکہ اس کے محاسن کو بھی اجاگر کر سکیں گے۔ ترجمے پر تہمید تفصیلی مطالعے کے بعد ہی ممکن ہے۔ سرمدت ترجمے کے تعلق سے کچھ دوسری معلومات پیش خدمت ہیں۔ مترجم انور بدخشانی کے بقول ان کے ترجمہ قرآن کے فارسی وار دو منابع و مآخذ یہ ہیں۔

۱۔ ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الرحمن

۲۔ ترجمہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۔ ترجمہ تفسیر کابلی (مترجم نے اس فارسی ترجمہ تفسیر کے مترجم و مفسر کا نام درج نہیں کیا ہے اور عربی مراجع میں پانچویں تہمید مولانا شبیر احمد عثمانی (تفسیر کابلی) درج کیا ہے۔ اس سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ترجمہ تفسیر کابلی سے مراد کہیں بھی تو تفسیر نو نہیں مگر پھر یہ شبہ ہاں ڈال دیا جاتا ہے کہ اگر یہی تفسیر مراد ہوتی تو مترجم اس کا ذکر عربی مراجع میں کیوں کرتے؟ بہر حال پیش لفظ میں مترجم نے اسے واضح نہیں کیا ہے)

۴۔ ترجمہ تفسیر خوب عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۵۔ ترجمہ سلطان العلماء مولوی عبد الرحمن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ایرانی)

۶۔ تفسیر معارف القرآن از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۷۔ ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (اردو)

۸۔ ترجمہ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۹۔ ترجمہ شاہد رفیع الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۰۔ ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۱۔ ترجمہ و تفسیر از عبدالمجید دریابادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۲۔ جواہر القرآن از حضرت مولانا حامد اللہ خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

علاوہ ازیں عربی مراجع میں مترجم نے ہندو تفسیروں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس میں تفسیر کابلی از شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و تائید تفسیر از علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور التفسیر المنیر۔ نیز التفسیر الوسیطہ از وصیہ الرحمن بھی شامل ہیں۔

مترجم بدخشانی نے ترجمے کے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ سید شریف جرجانی کا فارسی ترجمہ، ہندوستانی تاجروں نے اپنے تجارتی مقاصد کے لئے سعدی شیرازی کے نام سے چھاپ دیا ہے جو کہ غلط ہے کیونکہ شیخ سعدی میدان ترجمہ و تفسیر کے شہسوار نہیں تھے اور نہ ہی انہوں نے علوم قرآنی پر کچھ کام کیا ہے۔ اس ضمن میں مترجم موصوف نے تفسیر حقانی کے مقدمے کا حوالہ بھی دیا ہے۔

میں نے اس حوالہ کو تفسیر حقانی میں خود دیکھا ہے۔ وہاں صرف یہ لکھا ہے کہ ”ایک ترجمہ فارسی میں سید شریف علی جرجانی کا بھی نہایت عمدہ ہے۔“ (تفسیر حقانی جلد اول) ص ۱۸۸، شاہ محمد الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، تحصیل۔ دانشران تاجران کتب غزنی اسریت، اردو بازار لاہور، سدا شاعت و رن نہیں)

مترجم انور بدخشانی نے اپنا یہ ترجمہ ماہ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ کو شروع کیا تھا جسے مکمل کرنے کے بعد تفسیری کام بھی شروع کر دیا گیا ہے۔ جسے مترجم کے بقول بہت جلد پایہ تکمیل تک پہنچا دیا جائے گا۔ یہ ترجمہ ہاریک سفید اور عمدہ کاغذ پر بیت العلم کراچی سے شائع کیا گیا ہے۔ جو ۱۱۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

کچھ عرصہ قبل محمود اشرف صاحب کا انگریزی ترجمہ قرآن مجترم خالد جامعی کے ذریعے ملا ہوا اس ترجمے کے بعض مقامات کمپوزنگ کے وقت خالد صاحب نے مجھے بھی دکھائے تھے۔ جسے میں نے بعض انگریزی تراجم کے ساتھ کمپیئر کیا تھا اور یہ ترجمہ مجھے پسند آیا تھا۔ غم نے کے طور پر ہم اللہ الرحمن الرحیم کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

In the Name of Allah, Ever Beneficent, Infinitely Merciful.

مترجم موصوف نے اپنے ترجمہ میں ہر جگہ اللہ کو کئیوں لیزز میں ALLAH لکھا ہے اور بولڈ کر کے لکھا ہے۔ کہیں بھی God نہیں لکھا۔ ان کا یہ تعارفی اہتمام قابل داد اور لائق اتباع ہے۔ مترجم نے رب کا

ترجمہ ہر مقام پر LORD سے کیا ہے۔ پھر یہ کہ اللہ کے تعلق سے آنے والے تمام حناں (Pronouns) کو بھی کئیوں لیزز میں بولڈ کر کے لکھا گیا ہے جیسے HE, HIS, HIMSELF, YOU, YOUR, WE, OUR وغیرہ اس طرح ترجمہ پڑھنے والے کو پہلی نظر میں ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ مفسر کا مرجع کون ہے؟ مترجم موصوف نے رب کا ترجمہ Illegal gain سے کیا ہے جو بلاشبہ بہت عمدہ اور جامع لگتا ہے۔ شاید انگریزی تراجم میں یہ ان کا تفسیر بھی ہو۔ فیکٹی آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ کراچی نے جہاڑی سائز کے ۸۰۵ صفحات پر مشتمل اس ترجمہ کو شائع کیا ہے۔

معاصر حاضر کی ایک عمدہ تفسیر

ملک کے ممتاز عالم دین مولانا عبدالکریم انجمی متعدد علمی فکری اور نظری کتابوں کے مصنف و محقق ہیں۔ قرآن مجید کے انتہائی رواں شستہ اور عام فہم زبان میں ترجمے کے مترجم بھی ہیں اور نوٹیں مہلکات پر مشتمل تفسیر عروۃ النبی کے مفسر بھی، جو متعدد قدیم و جدید تفسیر سے استفادہ کے بعد لکھی گئی ہے۔ ایک اہلحدیث عالم کی طرف سے جدید رجحانات کو پیش کرنے والی تفسیر پر مبنی حیرت ہوتی ہے۔ متعدد خوبیوں سے مالا مال تفسیر کی کما حقہ اہمیت اور عظمت کا اندازہ بالا تیعاہ پڑھنے کے بعد ہی ممکن ہے۔ بادی التفسیر میں جو امور سامنے آئے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ ۱۔ عقائد و احکام و معاملات وغیرہ کے مباحث تفسیر یہ کو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی روشنی پر بغیر مسکلی تعصب کے پرکھا گیا ہے۔ ۲۔ تفسیر میں کسی مخصوص مسلک و نظریے کی وکالت ہے جائیں کی گئی ہے۔ ۳۔ تفسیر میں فروغی موشگافیوں سے اجتناب برتا گیا ہے اور غیر ضروری مباحث کو شائع کر کے اسے بوجھل ہونے سے بچایا گیا ہے۔

تفسیر کو پڑھ کر کلام الہی کی عظمت، رفعت اور اسکی ضرورت و اہمیت نیز آیات ربانی کی لاریب فضیلت کا نقش پڑھنے والوں کے دلوں پر پداستانی مرتسم ہوتا ہے اور اس کا جاری الفاظ قرآنی کے مہر نما معانی و مفاتح کو ابواب کی صورت اپنے اوپر وا ہوتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ اور ایسا اس لیے ممکن ہوا ہے کہ مفسر نے اپنی تفسیر میں مسلک پرستی کی ترویج و اشاعت کو اپنا شعار نہیں بنایا ہے۔ اہلحدیث ہونے کے باوجود متعدد مقامات پر اہلحدیث نقطہ نظر سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اور انہوں نے کوئی حق بیانی کی نہایت عمدہ و مثال قائم کی ہے۔ اس طرح مفسر نے واقعی تفسیر قرآن لکھنے کا حق ادا کیا ہے۔

مولانا کا تفسیری کام عصر حاضر کا قابل قدر کارنامہ ہے جو میرے نزدیک وحی و عقل کے

ہاں ہی تلازم کے بنیادی اصول کے عین مطابق ہے اور یہ اصول بجائے خود قرآن سے ماخوذ و مستفاد ہے۔
ہر تفسیر کا ایک مرکزی خیال ضرور ہوتا ہے اور ہر مرکزی خیال کی کوئی نہ کوئی مرکزی اساس بھی ضرور ہوتی
ہے۔ ہمیں مولانا کی تفسیر کے جن مقامات کو جستہ جستہ دیکھنے کا موقع ملا ہے اس کے مطابق ہمیں تفسیر کی
اساس عقل و وحی کے ہاں ہی تلازم کے اصول پر مبنی نظر آتی ہے۔

مولانا کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ احادیث سے استدلال محققانہ انداز میں کرتے ہیں یعنی
جب وہ اسے قرآن اور عقل ہر دو کے مطابق سمجھتے ہیں تو کرتے ہیں بصورت دیگر نہیں کرتے۔ یوں
حدیث کے باب میں ان کا استدلال اسلوب مشرف بہ عقل و وحی ہے۔ اس طرز استدلال نے مولانا کو
معاصر علماء اور طبقہ مفسرین میں بہت نمایاں اور ممتاز بلکہ منفرد کر دیا ہے۔

تفسیر العروۃ الوثقی کی ایک لا جواب اور منفرد خوبی یہ بھی ہے کہ یہ بہت کم عرصے میں لکھی گئی
ہے۔ یعنی چار سال آٹھ ماہ کے عرصے میں نو ضخیم جلدات کا لکھنا یقیناً کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اسے کم
عرصے میں اتنا زیادہ لکھنے کا جو ریکارڈ مولانا کے حصے میں آیا ہے۔ اس وصف میں کوئی دوسرا ان کا
مذہب مقابل نظر نہیں آتا۔ علامہ غلام رسول سعیدی بھی بہت زود لوہیں مانتے جاتے ہیں۔ جنہوں نے بارہ
سالوں میں بارہ ضخیم جلدیں لکھ ڈالیں۔ مگر اثری صاحب نے تو علامہ غلام سعیدی کا بھی ریکارڈ توڑ دیا
ہے۔

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

اس تفسیر میں بعض مقامات بہت چڑک اور حساس بھی ہیں جہاں عام ڈگر سے ہٹ کر تفسیر کی
گئی ہے۔ یہ وہی مقامات ہیں جنہیں مفسر کے نفردات یا امتیازات کا نام دیا جائے گا اور اس سے انکی علمی
فکری اور تحقیقی مقام کو متعین کیا جائے گا اور ان کے رجحانات ذہنی و عقلی کو سمجھا جائے گا۔ بلاشبہ یہ تفسیر اس
لائق ہے کہ اس کے مفسر کو سرکاری اور غیر سرکاری ہر دو سطح پر اعلیٰ پائے کے علمی و تحقیقی ایوارڈ سے نوازا جائے۔
اور انکی جامعیت میں اس تفسیر کی ضرورت و اہمیت اور دیگر معاصر تفاسیر سے تقابل کے عنوان سے اس پر پی
انجی ڈی کروایا جائے۔ خوش قسمتی سے مفسر تفسیر ہذا ابھی بقید حیات ہیں اور اپنی حیات فانی کا تہتر واں ورق
چلے چکے ہیں۔ اور گجرات (پاکستان) میں مقیم ہیں۔ اللہ ان کا سایہ علم و فضل امت مسلمہ پر قائم و دائم
رکھے (آمین)۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے یہ فقط اس تفسیر پر ایک مختصر اظہار یہ ہے۔ البتہ نقد و نظر کے ساتھ
منفصل مقالہ لکھنے کی آرزو ہے۔ دیکھئے کب پوری ہوتی ہے؟ یہ تفسیر انجمن اشاعت اسلام ٹرسٹ، عالیہ
(رجسٹرڈ) منڈی بہا الدین یا مکتبہ الاشرفیہ جناح اسٹریٹ، گجرات سے منکوائی جاسکتی ہے۔ مدبر اعلیٰ

مغفرت ذنب کا معنی و مفہوم

ڈاکٹر حافظ محمد کلیل اوج

استاذ الفقه والتفسیر شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ کراچی

سورۃ فتح کی دوسری آیت ہے۔ لیغفرک اللہ ما تنقصک من ذنوبک وما تاتخرا۔ الآیۃ۔
اس فقرہ میں حضور نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے مغفرت ذنب کی نوید دی گئی ہے اور ذنب کو دو حصوں میں
تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ زمانہ گذشتہ کے ذنب پر اور دوسرا زمانہ آئندہ کے ذنب پر مشتمل ہے۔ ہاں عموم
ہمارے مترجمین نے لیغفر کے معنی بخشے، معاف کرنے اور درگزر کرنے سے کیے ہیں۔ جب کہ بعض نے
ذحاکب دینے اور حفاظت کرنے سے اس لفظ کا مفہوم ادا کیا ہے۔ ذیل میں ہم لیغفر کے مادہ فطر کے معنی
لغت سے پیش کرتے ہیں:

المفردات میں ہے۔ الغفر الباس ما یصونه عن الذنوب۔ کسی کو ایسی چیز پہنا
دینا، جس سے وہ میل و ملاقات سے محفوظ رہے۔ اس تصریح کی رو سے غفر کا معنی محفوظ رکھنا ہوتا ہے۔ غفر
الملاع فی النوع، کا مطلب سامان کو کسی برتن میں ڈال کر ذحاکب دینا یعنی اس طرح اسے محفوظ کر دینا
ہوتا ہے۔ اس لیے مغفرت کے معنی ہیں۔ عذاب سے محفوظ رکھنا۔ قرآن کریم میں بھی مغفرت کا لفظ عذاب
کے مقابلہ پر آیا ہے۔

اولیک الذین اشتروا الضلالة بالهدی والعذاب بالمغفرة۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی اور مغفرت کے بدلے عذاب۔

سورہ بقرہ میں مغفرت کا لفظ فقر کے مقابلہ پر بھی آیا ہے۔

الشیطان یعدکم الفقر ویأسرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرة منه وفضلاً۔

شیطان نہیں (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکنے کے لیے) فقر کا خوف دلاتا ہے۔ اور تمہیں غلہ کا علم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے۔
اس آیت کی رو سے مغفرت کے معنی ہیں فقر و تنگدستی اور افلاس و احتیاج سے محفوظ رکھنا۔ اسی مادہ (غفر) سے باب استغفار کا لفظ آیا ہے جس کے بنیادی معنی ہیں حفاظت طلب کرنا۔ حفاظت طلبی کی رو سے کسی سے معافی چاہنا اور بخشش مانگنا بھی اس کے مفہوم میں شامل ہیں۔
سورہ غافر (مؤمن) اور سورہ محمد میں اسی باب سے استغفار کا امر وارد ہوا ہے۔ جس کے مخاطب حضور نبی کریم ﷺ ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

فاصبر ان وعدا لله حق واستغفر لذنبك۔ الخ۔ ۵

پس آپ انتظار کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور آپ صدور گناہ سے (اللہ کی) حفاظت طلب کرتے رہیے۔

یہاں استغفر کا معنی گناہوں سے حفاظت طلب کرنا ہے نہ کہ گناہوں کی معافی مانگنا۔ گناہوں کی معافی چاہنے کا مطلب ہوتا ہے گناہوں کا ہونا اور پھر سزا سے بچنے کے لیے بخشش چاہنا۔ ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ثانی الذکر مطلب بیان کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ جو دوسروں کو گناہوں سے پاک کرنے تشریف لایا ہو وہ خود کیسے گناہگار ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے:

هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة۔ الآية ۱۰۳

وہی ہے جس نے امی لوگوں میں انہی میں سے (عقمت والے) رسول کو بھیجا۔ وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

اور ایسے ہی الفاظ متعدد مقامات پر آئے ہیں۔ دیکھیے البقرہ ۱۲۹، ۱۵۱، آل عمران ۱۶۳، التوبہ ۱۰۳۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کی متعدد آیات سے عصمت انبیاء ثابت ہے۔ اس لیے اس آیت میں استغفار کے معنی سوائے صدور گناہ سے طلب حفاظت کے اور کوئی نہیں ہو سکتے۔

بقول میر محمد کرم شاہ الازہری کے ”بعض علماء نے غفر کا معنی بچا لینا اور محفوظ کر لینا کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ اور معصوم رکھا ہے۔ اس حفاظت و رہائی کے باعث نہ پہلے آپ سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہوا اور نہ آئندہ کبھی کوئی گناہ سرزد ہوگا۔“ یہ

اور سورہ محمد میں آیا ہے:

فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات
پس یقین رکھیے اور لوگوں پر ظاہر کرتے رہیے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور صدور گناہ سے حفاظت طلب کیجئے اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے اللہ سے بخشش و معافی مانگیے۔
واضح ہو کہ استغفار کی نسبت جب بھی انبیاء علیہم السلام کی طرف ہوگی۔ اس سے مراد ہمیشہ گناہ سے بچنی حفاظت چاہنا ہوگی اور غیر انبیاء کی طرف قرآن کی بنیاد پر فیعلہ کیا جائے گا کہ اسے طلب حفاظت کے معنی میں لیا جائے یا بخشش و معافی کے معنی میں۔
سورہ آل عمران میں ہے:

فاعف عنهم واستغفر لهم۔ الآية ۹

پس آپ ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لیے آئندہ گناہ سے حفاظت طلب کیجئے۔
اسی سورہ کی آیت نمبر ۱۵۵ میں اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب کی بخشش و معافی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے ولقد عفا الله عنهم۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو معاف کر دیا ہے۔ پس جس کو خدا معاف کر چکا ہو اس کے لیے استغفر لہم (دعا کے معانی) کا حکم غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے معاف کرنے کے بعد دعائے معافی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس لیے آیت بالا میں استغفر لہم کا مفہوم آپ سے آپ واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں اسے معافی اور بخشش کے معنی میں نہیں لیا جاسکتا۔ دراصل یہ آیت اس امر کی شہادت کے لیے کافی ہے کہ استغفار سے مراد گناہ سے حفاظت طلب کرنا بھی ہوتا ہے۔

یہاں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو معاف کرنے کے بعد اپنے رسول کو بھی انہیں معاف کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ ان اصحاب سے آپ ہی کے حکم کی نافرمانی ہوئی تھی۔ اس لیے انہیں آپ کا بھی معاف کرنا ضروری تھا۔ کیوں کہ اس حکم میں آپ کی تحریم مقصود تھی۔ سورہ بنی اسرائیل (اسرائیلی) میں آتا ہے: فانه كان للاوابين غفورا۔ ۱۰

اواب اسے کہتے ہیں جو بالا ارادہ بار بار خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور یہ وہ لفظ ہے جو اللہ نے اپنے نبیوں کے لیے الخیر تمام اہل جنت کے لیے استعمال فرمایا ہے ۱۱ ظاہر ہے کہ خدا کی طرف بار بار رجوع کرنا اس امر کو کہ مستلزم ہے کہ رجوع کرنے والا گناہگار بھی ہے۔ اس لیے خدا کا غفور ہونا یہاں پر یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اواب بندوں کو گناہوں سے بچاتا رہتا ہے۔ انہیں گناہوں میں جکڑا

ہونے ہی نہیں دیتا۔

خود قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال دونوں معنوں میں یعنی اور قطعی طور پر ثابت ہے۔ پھر یہ امر بھی قابلِ حفظ ہے کہ قرآن میں جہاں بھی عنوانِ غفر کا لفظ اکٹھا آیا ہے وہاں غلو ہمیشہ پہلے آیا ہے اور غفر بعد میں اور چوں کہ غلو کے معنی معاف کرنے یعنی گناہ کی سزا سے بچانے کے ہوتے ہیں۔ اس لیے غلو کے بعد غفر کے معنی گناہ سے بچانے کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتے مگر نہ مکرر لازم آئے گی۔ عربی لغت کے مطابق غلو اور مغفرت میں فرق یہ ہے کہ غفران میں سزا قطعاً نہیں ہوتی جب کہ غلو سزا سے پہلے بھی ہو سکتا ہے اور سزا کے بعد بھی۔

عنوانِ غفر کی طرح اللہ تعالیٰ نے جہاں جہاں بھی اپنی صفاتِ غلو اور غفورا کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔ وہاں بھی غلو کو پہلے غفورا کو بعد میں رکھا ہے۔ ۳۱ جو اس امر کی شہادت ہے کہ قرآن مجید میں غفر اپنے معنی و مفہوم میں غلو سے بڑھا ہوا ہے۔ یعنی اگر غلو کا معنی، گناہوں کی سزا سے محفوظ کرنا ہے تو غفر کا معنی گناہوں سے محفوظ کرنا ہے اور یہی وہ لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے لیے استعمال فرمایا ہے۔

مزید تائید کے لئے ملاحظہ فرمائیے: عذرا وغفرلنا وارحمنا۔ الخ ۳۲

پس ہمارے (گذشتہ) گناہوں کو معاف فرما اور (آئندہ) گناہوں سے حفاظت فرما اور ہم پر رحم فرما۔

مزید یہ کہ جنت میں اہل جنت کی اس دعا کا ذکر سورۃ تحریم میں آتا ہے جس میں کہا گیا ہے۔

ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا۔ الخ ۳۳

اے ہمارے پروردگار! ہمارے نور کو ہمارے لیے مکمل کر دے اور ہماری حماقت فرما۔

اگر یہاں واغفرلنا کا مطلب ہمیں بخش دے ہمیں معاف کر دے، سے ادا کیا جائے تو گناہوں کے ساتھ جنت میں جانا ثابت ہو جائے گا، جو ناممکن ہے چوں کہ اس آیت میں استغفار کی ضرورت، جنت میں بھی بتائی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معافی کی دعا نہیں بلکہ اپنے رب کی حفاظت میں رہنے کی دعا ہے۔ کیوں کہ جنت میں جانے کے بعد گناہوں کی بخشش اور معافی کا تصور، تحصیل حاصل ہے جب کہ حفاظت الہی کو پانے اور اس میں افزونی کی دعا اس تحصیل حاصل، سے پاک ہے۔

الغرض سورۃ فاطر اور سورۃ محمد کی آیات میں آپ نے دیکھا کہ حضور کے لئے استغفر لذنبک

کے الفاظ آئے ہیں جو براہِ راست حضور سے خطاب پر مشتمل ہیں جب کہ سورۃ فتح میں غفر کی نسبت اللہ

تعالیٰ نے خود اپنی طرف فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔

واضح ہو کہ سورۃ فاطر اور سورۃ محمد کی طرح یہاں غفر ذنب کا مطلب صدور گناہ سے حفاظت کرنا

ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ یہاں ما تقدم کے الفاظ بھی آئے ہیں جو ماضی کے اعمال و افعال پر دلالت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ گناہ سے حفاظت، ماضی کے اعمال و افعال پر کیے ہو سکتی ہے؟ اس لیے اس آیت میں اس فقرہ کی وجہ سے ایسا مفہوم اخذ کرنے کی ضرورت ہے جو بیک وقت ما تقدم اور ما تاخر دونوں کے لحاظ سے درست ہو۔ نیز جو سیاق کلام اور فقرہ قرآن کے پہلو سے بھی ٹھیک بیٹھتا ہو۔

پھر اس آیت کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ یہاں موجود لفظ ذنب کا مطلب بھی سمجھا جائے۔ ذنب کا سب سے زیادہ استعمال میں آنے والا معنی گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں ذنب کو گناہ کے معنی میں جن مترجمین نے لیا ہے ان کی تعداد کثیر ہے۔ تاہم ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں: شاہ عبدالقادر دہلوی، شاہ رفیع الدین دہلوی، ذہبی حافظ کدیر احمد دہلوی، محمود حسن (اسیر مالٹا)، عبدالحق حقانی، خواجہ احمد الدین، شاہ اللہ امرتسری، امین احسن اصلاقی، احمد سعید دہلوی، محمد جونا گڑھی اور فتح محمد خان جالندھری۔ واضح رہے کہ ان تمام مترجمین نے ذنب کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کرتے ہوئے ترجمہ کیا ہے۔ میں نمونہ کے طور پر فقط شاہ عبدالقادر کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔

”تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے گناہ اور جو پیچھے رہے۔“ ۳۴

یہاں ان مترجمین کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ جنہوں نے ذنب کا ترجمہ گناہ سے کیا، لیکن اس کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نہیں کی اور وہ مترجمین یہ ہیں: احمد رضا خان بریلوی، فرمان علی (اہل تشیع)، اور ناصر مکارم شیرازی (اہل تشیع) اور نمونہ کے طور پر فرمان علی کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

”تا کہ خدا تمہاری امت کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے“ ۳۵

گناہ فارسی زبان کا لفظ ہے جو ہماری زبان اور عرف میں سختی، شدت اور سنگینی کا حامل ہے۔ شاید اسی لیے بعض مترجمین نے ذنب کا ترجمہ بجائے گناہ کے ان الفاظ سے کیا ہے جو اپنی ظاہری صورت کے اعتبار سے گناہ کے مقابلہ میں ہلکے اور خفیف مانے جاتے ہیں۔ مثلاً اشرف علی تھانوی، عبدالمجاہد ربیادی، احمد سعید دہلوی اور وحید الدین خان نے اس مقام پر ذنب کا ترجمہ خطاؤں سے کیا ہے۔ عبدالرحمن کیلانی نے مترادفات میں لکھا ہے کہ ”ذنب عام ہے، ہر چھوٹے بڑے گناہ کے لیے جب کہ خطا ایسا گناہ ہے جو بلا ارادہ سرزد ہو۔“ ۳۸

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ذنب کا ترجمہ کوتاہی سے، محمد مالک کاندھلوی نے تقصیرات سے اور عبدالحکیم اشرفی نے غرضوں سے کیا ہے۔ اور سید احمد سعید کالمی نے بظاہر خلاف اولیٰ کام سے اس کا مفہوم